علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی

عصر، سوانح حیات اور علمی و اصلاحی خدمات

شمس الدین جوکھیو

ایک شاندار ماضی اور قدامت کا حامل شہر ٹھٹہ اپنی درخشاں روایات کی وجہ سے عرصہ دراز تک برصغیر کے علمی و سیاسی افق پر چھایا رہا ٹھٹہ نے اپنی گود میں کئی نادر روزگار شخصیات کی پرورش کی، جنہوں نے اپنے اس شہر کو علوم وفنون سے منور کیا۔ ان ہی شخصیات میں سے ایک علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی بھی ہیں۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے تذکرے سے قبل ہم ٹھٹہ کی مختصر تاریخ و قدامت اور اس زمانے کے اجتماعی حالات سے مختصراً بحث کرینگے جب مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی یہاں اپنے فیض سے عوام وخواص کو مستفید کررہے تھے۔

ٹھٹہ کی قدامت

امیر خسرو (۶۵۱ھ تا ۷۲۵ھ) کیا خوب فرماتے ہیں۔

سروچو دراج و درتتہ نباشد
گل مثل رخ خوب تو البتہ نباشد[1]

اس شعر کے حوالے سے پیر حسام الدین راشدی کی رائے ہے کہ ٹھٹہ امیر خسرو کی ولادت ۶۵۱ھ سے بہت پہلے آباد تھا، بلکہ ٹھٹہ اور دیبل دونوں ایک ہی وقت میں موجود تھے۔[2] لہٰذا ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ شہر ٹھٹہ کی قدامت اپنی جگہ پر مسلمہ ہے۔

سیاسی تاریخ

سیاسی طور پر ٹھٹہ نے عروج وزوال کی کئی داستانوں کو قلمبند کیا، ۷۱۱ع / ۹۲ھ میں آمد اسلام کے بعد امویوں پھر عباسیوں اور انکے بعد غوریوں، غزنویوں اور سومرہ خانوادوں نے یکے بعد دیگرے سندھ پر حکومت کی۔۳ اس تمام عرصے کے دوران ٹھٹہ کو کئی نشیب وفراز سے گزرنا پڑا یہاں تک کہ سلاطین سمہ نے ٹھٹہ کو اپنا دارالحکومت بنا کر اسکو ایک زمانے کے لئے امر کر دیا۔۴

۹۲۷ھ / ۱۵۲۱ء کو ٹھٹہ ایک اور انقلاب کی زد میں آ گیا جب حاکم بکھر شاہ بیگ ارغون نے ٹھٹہ پر قبضہ کر کے سمہ سلطنت کو انجام تک پہنچا دیا۔۵ اسکے بعد ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء تک بالترتیب ارغون۔ ترخان اور مغل خاندانوں نے ٹھٹہ ہی میں سے سندھ پر فرمانروائی کی۔۶ اٹھارویں صدی عیسوی / بارہویں صدی ہجری کا دورِ ٹھٹہ تاریخ میں کئی لحاظ سے اہم ہے یہ شہر کئی شعبہ ہائے حیات میں اب بھی عروج پر تھا، تاہم سیاسی، داخلی اور مذہبی حوالے سے تنزل کے دہانے پر کھڑا تھا۔ مغل حاکموں نے اگرچہ نظم ونسق کے لئے مختلف محکمے قائم کر رکھے تھے ۷ لیکن اسکے باوجود ٹھٹہ صوبہ کے داخلی حالات سخت انتشار اور بے چینی سے دوچار تھے۔ شر پسند قبائل دن دہاڑے تجارتی کاروانوں کو لوٹ لیا کرتے تھے، امن وامان کی خرابی کا اندازہ صوفی شاہ عنایت کی شہادت جیسے دلدوز واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ جس میں اہم کردار ٹھٹہ کے نواب اعظم خان کا تھا، ٹھٹہ کے پلیجے، بلڑ سادات اور جٹ بھی شاہ عنایت کی مخالفت میں سرگرم تھے۔۸

۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء کو سندھ بشمول ٹھٹہ سے مغلیہ اقتدار کا سورج غروب ہو گیا اور پورے سندھ پر کلہوڑہ خاندان کی حکومت قائم ہو گئی۔۹ لیکن حالات کی ستم ظریفی یہ تھی کہ اب ٹھٹہ دارالحکومت کی حیثیت کھو چکا تھا بالائی سندھ سے اپنی سرداری کا آغاز کرنے والے کلہوڑے چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر ٹھٹہ کو دارالحکومت کی حیثیت سے برقرار نہیں رکھ سکے۔۱۰ اسکے علاوہ اندرونی خانہ جنگیوں اور نادر شاہ، واحمد شاہ کے حملوں کی وجہ سے سندھ نازک حالات سے گزر رہا تھا۔۱۱ حالات نے جلد ہی کروٹ بدل لی، سندھ کو میاں غلام شاہ کلہوڑہ جیسا مدبر حکمران میسر آیا۔

جس نے ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۸ء تا ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء تک حکومت کی، میاں صاحب کا دور حکومت ہر لحاظ سے منفرد تھا۔ باغی عناصر کی سرکوبی کے ساتھ ساتھ علمی و تجارتی اصلاحات انکے ذریں کارنامے ہیں۔۱۲

میاں غلام شاہ کی موت کے بعد انکے نااہل جانشین ۱۷۸۲ء/۱۱۹۸ھ کو اپنی سلطنت کھو بیٹھے اور زمام اقتدار تالپور امیروں کے ہاں آ گئی جنہوں نے سندھ پر ۱۸۴۳ء تک حکومت کی۔۱۳

معاشی حالات

اس زمانہ میں ٹھٹہ دنیا بھر کے سیاحوں اور تاجروں کی آماجگاہ تھا یہاں سے مال تجارت خلیج ایران، عربستان، افریقہ، ملبار اور یورپ کی طرف جاتا تھا، اندرون سندھ و پنجاب کی تجارت بھی یہیں سے ہوتی تھی۔ اس عرصے کے دوران ٹھٹہ میں دو مرتبہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے بھی یہاں کی معیشت سے فائدہ اٹھایا۔ کمپنی کی پہلی تجارتی کوٹھی ۱۶۳۵ء میں قائم ہوئی اور ۱۶۶۲ء کو بند ہو گئی دوسری مرتبہ ۱۷۵۸ء سے ۱۷۷۵ء تک اس فرنگی ادارے نے یہاں سے مال تجارت کمایا۔۱۴

اس کے بعد ایسا دور بھی آیا جس میں ٹھٹہ کے معاشی حالات پر ضرب لگی، ہماری تحقیق کے مطابق ٹھٹہ کے معاشی زوال میں سرفہرست عوامل یہ تھے: لاہری بندرگاہ کا مٹی سے بند ہو کر ویران ہو جانا، شکارپور جیسے تجارتی شہر کا تعمیر ہونا، دارالحکومت کی حیثیت برقرار نہ رکھ سکنا۔ قدرتی آفات، قحط سالیاں اور وبائیں وغیرہ۔ مختصر یہ کہ اٹھارویں صدی عیسوی میں معاشی طور پر ٹھٹہ کے حالات اگرچہ پہلے جیسے نہ رہے تاہم علمی میدان میں شہر کی اہمیت پہلے کی طرح برقرار رہی۔

علمی حالات

سیاسی انقلابات، آتش زنی، اغیار کے حملوں اور اندرونی خانہ جنگیوں کے باوجود ٹھٹہ ہر دور میں علمی مرکز رہا۔ مغلیہ دور تک آتے آتے یہ شہر علم و ادب کا گہوارہ بن گیا۔۱۵ اکثر مغلیہ نواب بھی علم پرور نکتہ سنج اور اہل علم کے قدر دان تھے یہاں سینکڑوں دارالعلوم، لاتعداد مدارس و مکاتب دینی و دنیاوی علوم کی نشر و اشاعت میں شب و روز مصروف تھے۔۱۶ کیپٹن الیگزنڈر ھیملٹن نے

ٹھٹہ کی علمی حیثیت کے بارے میں لکھا ہے ''ٹھٹہ کا شہر دین، فلسفے اور سیاسیات کی تعلیم و تدریس میں مشہور ہے اور علم کے ان شعبوں میں طالبعلموں کے لئے چار سو مدارس ہیں ۱۷۔

معاشرتی و مذہبی حالات

شہر ٹھٹہ کی معاشرت و عام زندگی کسطرح کی تھی، بستان بہار یا مکلی نامہ کے مصنف میر علی شیر قانع نے جو ۱۸ ویں صدی کے مصنف ہیں۔ اپنی کتاب میں یہاں کی زیارتگاہوں، تفریح گاہوں اور رنگین مزاجی کو نہایت ہی خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے ان کے مطابق ٹھٹہ کے باشندوں کی سیر و تفریح کا مرکز مکلی کی پہاڑی ہوتی تھی، قانع نے مکلی کی شان میں ایک طویل قصیدہ دیا ہے، جسکے دو اشعار کچھ اسطرح ہیں۔

بہار کوہ مکلی طرفہ سیراست
تماشائی بدانہ خرم آباد
ھوائی روح افزائش ہمہ وقت
ہوائی جنت الماویٰ دہدیاد ۱۸

مکلی کی پہاڑی موسم برسات میں قدرتی سبزے کے باعث جنت کا ٹکڑا لگتی تھی، جہاں پر عورتوں کے لئے مخصوص زیارتگاہ تھی۔ ۱۹ مکلی شعراء کی مجلس آرائی کا بڑا گڑھ ہوتی تھی لوگ ٹھٹہ سے آ کر یہ نظارے دیکھتے تھے۔ نظر بازی کے مواقع بھی مکلی پر پیروں فقیروں کے مزارات پر میسر ہوتے تھے۔ مکلی نامہ کی ہر عبارت کا فقرہ اس روئداد کے لئے گواہ ہے۔ ۲۰

دریں اثناء ٹھٹہ کے مذہبی حالات بھی کم و بیش بدتر ہی تھے۔ ہندوستان بھر کی طرح یہاں بھی شیعہ سنی اختلافات عروج پر تھے۔ شمالی ہند میں شیعہ اثر کے باعث سیاسی و مذہبی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں۔ سندھ میں بھی یہ ہی صورتحال تھی۔ جس میں ٹھٹہ خصوصاً شیعت کا مرکز تھا۔ ۱۸ ویں صدی میں شیعہ مذہب کے عروج کے باعث یہاں پر کئی بدعات و خرافات عام ہو چکی تھیں۔ قبر پرستی کا بھی رواج تھا تو کچھ علماء بھی رافضی تھے۔ ۲۱ والیٔ سندھ میاں غلام شاہ کلہوڑہ کی

طرف سے موصول ہونے والے ایک پروانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے کے شہر ٹھٹہ میں

ا۔ شیعہ مذہب اور اسکی بدعات کا زور تھا

۲۔ نشہ آور اشیاء کا استعمال بھی عام تھا

۳۔ عورتیں بغیر کسی روک ٹوک کے قبور پر آتی جاتی تھیں

۴۔ شہر میں کچھ قبحہ گر عورتیں بھی رہتی تھیں

۵۔ جاندار اشیاء کی تصاویر بنانے کا رواج عام تھا

۶۔ ریش تراشی بھی عام تھی [۲۲]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علماء وفضلا کی اسقدر بہتات اور علوم وفنون کی اتنی اشاعت کے باوجود یہ حالات کیوں کر پیدا ہوئے؟ ہمارے خیال میں اسکی سادہ سی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ٹھٹہ ایک عرصہ دراز سے سندھ کا دارالحکومت اور برصغیر کا تجارتی شہر تھا، جہاں مختلف اقوام مختلف نسلوں اور مختلف فکرو مذاہب اور نظریوں کے حامل لوگ رہتے تھے یہ فطرت کا اصول ہے کہ جہاں ایسی مخلوط آبادی بستی ہو وہاں کے معاشرے پر ان اقوام کے فکرو نظریے اور معاشرت کا ضرور اثر پڑتا ہے۔

بہرحال قصہ مختصر کہ اس زمانے میں شہر ٹھٹہ بدعات، رسومات اور خرافات کے جال میں اچھی طرح پھنس چکا تھا تاریخ کے ایسے نازک موڑ پر سنت الٰہی نے اپنا جوش دکھلایا اور ایک مصلح پیدا ہوا جس کو دنیا نے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے نام سے جانا پہچانا۔ ایسے حالات میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا وجود اہلیان ٹھٹہ کے لئے یقیناً غنیمت تھا۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی ولادت ۱۰ ربیع الاول ۱۱۰۴ھ/۱۹ نومبر ۱۶۹۲ء کو بٹ ہورہ میں ہوئی۔ آپ کا سن ولادت اس عربی فقرے سے حاصل ہوتا ہے۔

انبت اللہ نباتا حسنا [۲۳]

۱۱۰۴ھ۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام مخدوم عبدالغفور تھا اور ذات پنھور تھی، ایک روایت کے مطابق یہ لوگ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے اور محمد بن قاسم کے ساتھ آ کر سندھ میں سکونت پذیر ہوئے۔[۲۴]

مخدوم صاحب نے علمی ماحول میں آنکھ کھولی تھی۔ آپکے والد مخدوم عبدالغفور نے اپنے اس لائق فرزند کو اعلیٰ اخلاق اور بنیادی تعلیم سے آراستہ کیا، حفظ قرآن کے بعد فارسی صرف ونحو اور فقہ کی ابتدائی تعلیم بھی دی، اسکے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ٹھٹھ کا رخ کیا۔[۲۵]

مخدوم صاحب کے اساتذہ

مخدوم صاحب کے پہلے استاد آپ کے والد محترم مخدوم عبدالغفور تھے، جن سے آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی، ان کا انتقال ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۲ء میں بٹ ھورہ میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔[۲۶] مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے ٹھٹہ کے جن جید علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا ان میں مخدوم محمد سعید کا نام سرفہرست ہے انکے حالات زندگی اگرچہ گوشۂ گمنامی میں ہیں تاہم اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے ابتدائی عربی علوم کی تحصیل مخدوم محمد سعید ہی سے کی۔[۲۷] ٹھٹہ میں اس زمانہ میں مخدوم ضیاء الدین کی علمی فضیلت کا بھی غلغلہ تھا، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے انکے مدرسے سے بھی استفادہ کیا۔[۲۸] مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے اساتذہ کی فہرست میں مخدوم معین ٹھٹوی کا نام بھی شامل ہے۔ مخدوم محمد ہاشم نے ان سے حدیث کی سند حاصل کی مگر بعض خیالات میں اختلاف کے سبب دونوں بزرگوں کے آپس میں تحریری مناظرے بھی ہوئے۔[۲۹] انکے علاوہ مخدوم عنایت اللہ ٹھٹوی کے متعلق بھی کہا جاتا ہے وہ بھی مخدوم محمد ہاشم کے استاد تھے، تاہم میر علی شیر قانع نے مخدوم عنایت اللہ کے صرف دو شاگردوں مخدوم ضیاء الدین اور مخدوم محمد معین الدین کا ذکر کیا ہے۔[۳۰] اس لیے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ مخدوم عنایت اللہ واقعی مخدوم محمد ہاشم کے استاد تھے۔

سندھ سے حصول علوم کے بعد مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے

لئے ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۳ء کو حرمین شریفین تشریف لے گئے جہاں آپ نے مندرجہ ذیل بزرگوں سے اسناد حاصل کیں۔

شیخ عبدالقادر حنفی مکی

محدث محمد طاہر گجراتی کی اولاد میں سے، علم و فضل فصاحت و بلاغت میں ممتاز حیثیت کے مالک اور مفتی حرم مکہ تھے، [۳۱]

شیخ عبد بن علی مصری

ایک شافعی عالم دین، جن کا تعلق مصر سے تھا انکی رحلت ۱۱۴۰ھ/۱۷۲۸ء کو ہوئی۔[۳۲]

شیخ ابوطاہر بن ابراہیم کورانی مدنی

دنیائے اسلام کے بہترین اساتذہ میں سے تھے آپ سلف صالحین کی تمام صفات سے متصف تھے ایک مجتہد کی حیثیت رکھتے تھے اور ہمیشہ علمی مذاکروں میں مشغول رہتے تھے[۳۳] ان میں یہ صلاحیت تھی کہ مسائل پر وسیع النظری کے ساتھ غور و فکر کر کے مختلف نقطہ ہائے نگاہ میں تضاد دور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔[۳۴] مخدوم صاحب نے ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۳ء کو ان سے علمی استفادہ کیا اسکے آٹھ سال بعد شاہ ولی اللہ نے بھی شیخ ابوطاہر سے تحصیل علم حدیث کی۔[۳۵]

انکے علاوہ علم قرأت میں شیخ علی بن عبدالملک الداروی (م ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۳ء) اور حدیث وفقہ میں شیخ محمد بن عبداللہ فاسی مالکی (متوفی ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۹ء) مخدوم صاحب کے اساتذہ رہ چکے تھے۔[۳۶]

ظاہری علوم کے حصول کے بعد مخدوم صاحب راہ سلوک کو بھی آزمانہ چاہتے تھے تلقین و بیعت کے لئے آپ مخدوم ابوالقاسم[۳۷] کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنہوں نے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھ کر فرمایا۔

''صورت متعلقین راا ز نظر ما در گذارنیدہ اند، در آنجا صورت شما نیست''۔[۳۸]

مخدوم ابوالقاسم نے آپ کو طریقہ قادریہ کے صاحب ارشاد بزرگ سید سعد اللہ کے

پاس جانے کا مشورہ دیا۔۳۹ بس اسکے بعد آپ حج سے واپسی پر ۱۱۳۷ھ/۲۳-۱۷۲۳ء کو سید سعد اللہ سے دست بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد ۱۷۲۴ء کو اپنے وطن ٹھٹھ میں آ کر وارد ہوئے۔۴۰

مشغلۂ درس و تدریس

تحصیل علوم کے بعد مخدوم صاحب بٹ ھورہ کے نزدیکی گاؤں بہرام پور میں آ کر مقیم ہوئے اور وہاں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو شریعت کی پابندی کی تلقین کرنے لگے اور بدعات کے خلاف زبردست تحریک شروع کر دی، لیکن قصبے کے پیروں فقیروں کو یہ نصیحتیں راس نہ آئیں تو مجبوراً وہاں سے نقل مکانی کر کے ٹھٹھ آ گئے۔۴۱ جہاں آپ نے ایک مدرسہ بنام ''دارالعلوم ہاشمیہ'' قائم کیا۔۴۲ مخدوم محمد ہاشم ہر روز بعد از نماز عصر اپنے مدرسے اور محلہ کی مسجد میں درس حدیث دیتے تھے اور حکام وقت کو تبلیغ کے لئے خطوط لکھتے اور فتوے جاری کرتے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ ایک عرصے تک انکی اولاد میں بھی جاری رہا۔۴۳ اسکے علاوہ ہر جمعے کے دن صبح کے وقت جامع مسجد خسرو میں بھی درس دیتے تھے۔۴۴

مخدوم صاحب کے شاگرد

مخدوم محمد ہاشم کے مدرسے سے کئی شاگرد عالم و فاضل و فقیہ و محدث و مفسر ہو کر فارغ ہوئے مخدوم محمد ہاشم کے شاگردوں میں سے چند مشہور مندرجہ ذیل ہیں۔

سید شھمیر شاہ

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے عزیز اور بہت بڑے عالم تھے تقویت دین کے لئے دل و جان سے کوشش کرتے تھے۔۴۵

مخدوم ابوالحسن صغیر ٹھٹوی مدنی

مخدوم محمد حیات سندھی مدنی کے جانشین اور باکمال محدثین کے سرگروہ اور حال و قال کے صاحب تھے۔۴۶

مخدوم عبدالرحمٰن

مخدوم محمد ہاشم کے بڑے فرزند تھے۔ مسائل حج کے متعلق انکی سندھی تصنیف ''حیات العاشقین'' آج بھی مقبول عام ہے۔ ۴۷

مخدوم میڈ نہ

نصرپور کے ایک معتبر عالم مخدوم محمد ہاشم کے شاگرد تھے۔ ۴۸

شاہ فقیراللہ علوی

جلال آباد افغانستان سے ہجرت کر کے شکار پور میں آ کر مقیم ہونے والے اس جید عالم نے ہزاروں لوگوں کو مستفیض کیا، آپ نے علم حدیث مخدوم صاحب سے حاصل کیا۔ ۴۹

سید محمد صالح شاہ جیلانی

ایک صاحب طریقت اور کامل بزرگ تھے۔ ۵۰

مخدوم عبداللہ نزئی والے

اس بزرگ نے بھی مخدوم محمد ہاشم سے تعلیم حاصل کی بعد میں انہوں نے کچھ میں سکونت اختیار کی اور وہیں رحلت فرمائی۔ ۵۱

مخدوم عبدالخالق

کتاب ''مطلوب المومنین'' کے مصنف اور مدرسہ ہاشمیہ میں نائب معلم تھے۔ ۵۲

نور محمد خستہ ٹکھڑ والے

۱۲ ویں صدی ہجری کے ایک بہت بڑے شاعر جنہوں نے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی درسگاہ سے فیض پایا۔ ۵۳

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی اصلاحی خدمات

مخدوم محمد ہاشم کے دور کے معاشرتی اور مذہبی حالات سے ہم نے گذشتہ صفحات میں مختصراً بحث کی ہے اس معاشرتی بے راہ روی کو آپ نے جڑوں سے اکھاڑنے کے لئے تحریر وتقریر

علم وقلم کے ذریعے خوب جہاد کیا اور اسلام کا پیغام ایک ادنیٰ فرد سے لیکر وقت کے حکمرانوں تک پہنچا دیا۔

مولوی رحمان علی نے اس کے متعلق لکھا:

''اہل سنت و جماعت کے مسلک کو قوت اور سنت کو رواج دینے میں زمانے میں نظیر میں رکھتے تھے، ایسے زبردست کام جو دین مبین کے لئے باعث تقویت ہوں انکے زمانے میں محض اللہ کے لئے انجام دیئے جاتے تھے، مشرکوں اور معاندین پر ان کا عمل خوب چلتا تھا انکے زمانے میں سینکڑوں ذمی دولت ایمان سے مشرف ہوئے، سلاطین وقت مثلاً نادرشاہ واحمد شاہ سے رسل ورسائل رکھتے تھے اور تقویت دین کے احکام انکی درخواست کے مطابق حسب خواہ جاری ہوتے تھے اور بہت اچھی طرح نافذ ہوتے تھے۔ ۵۴''

اسی طرح مخدوم صاحب کی علمی وشرعی خدمات کی شہرت والی سندھ میاں غلام شاہ کلہوڑہ تک بھی پہنچی، وہ ان سے اسقدر متاثر ہوئے کہ مخدوم صاحب کو پورے سندھ کا قاضی القضاہ یعنی شیخ الاسلام مقرر کیا۔ ۵۵

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی ہی کے مشورے پر میاں غلام شاہ نے ایک ایسا فرمان جاری کیا تاکہ اسلام کے نام پر جاری غیر اسلامی رسومات کا خاتمہ کیا جاسکے۔ ۵۶ اس سرکاری فرمان کی رو سے تمام علمدار اور کارندے مخدوم صاحب کے دست و بازو بن گئے اور غیر شرعی امور بند کروانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ۵۷ نتیجے میں ٹھٹہ اور گردونواح سے تمام بدعات کا خاتمہ ہو گیا اور خانقاہوں سے ڈنڈے کونڈے گم ہو گئے اور غیر آباد مساجد پھر سے آباد ہو گئیں۔ ۵۸

رحلت

علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے یقیناً کامیاب اور سعادت مند زندگی گزاری اور آخر وقت تک اسلام اور اہل وطن کی خدمت کرتے رہے کل نفس ذائقۃ الموت کے امر خداوندی کے مطابق بالآخر ۷۰ ستر سال کی عمر میں ۶ رجب بروز جمعرات ۱۱۷۴ھ/۹ فروری ۱۷۶۱ء کو اس جہان

فانی سے انتقال کر گئے۔ ۵۹؎ آپ کا مزار مقدس مکلی کی پہاڑی پر مین نیشنل ہائی وے سے چند قدم کے فاصلے پر جنوب میں واقع ہے جہاں علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، مخدوم ابوالقاسم ٹھٹوی اور مخدوم آدم ٹھٹوی جیسی نادرروزگار شخصیات بھی محوآرام ہیں۔

اولاد

علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کو اللہ تعالیٰ نے دو لائق فرزند عبدالرحمٰن اور عبداللطیف عطا کئے مخدوم عبدالرحمٰن ایک حافظ قرآن، اور عالم فاضل صاحب تصنیف بزرگ تھے، والد کے انتقال کے بعد جونا گڑھ چلے گئے اور وہیں ۱۱۸۱ھ/ ۱۶۶۸ء میں انتقال کیا۔ ۶۰؎ دوسرے فرزند مخدوم عبداللطیف تھے جو روزانہ بعد نماز عصر اپنے والد کی مسجد میں اور ہر جمعے کو جامع خسرو میں درس حدیث دیتے تھے وہ میاں سرفراز کلہوڑہ کے لشکر میں قاضی بھی مقرر ہوئے۔ ۶۱؎ مخدوم عبداللطیف کے بیٹے مخدوم ابراہیم ایک بڑے صوفی عالم قاضی القضاۃ اور کثیر تصانیفی عالم تھے۔ جنہوں نے ۱۲۲۵ھ کوڈئی کچھ میں انتقال کیا۔ ۶۲؎

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی علمی خدمات

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا قیام ایسے خوش نصیب مرکز میں تھا جہاں کی درسگاہوں کا مقام آج کی یونیورسٹیوں سے کسی قدر بھی کم نہ تھا اور جہاں شب بھر میں ہزاروں صفحات کی کتب نقل ہوجاتی تھیں۔ آپ کے پاس ایک زبردست کتب خانہ تھا۔ اسلامی دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جو اس عظیم الشان تاریخی کتب خانے میں موجود نہ ہو۔ ۶۳؎ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے اسی کتب خانہ کی بدولت ہی مذہبی و شرعی مسائل کے علاوہ تاریخ و سیرت پر خوب قلم آزمائی کی، سندھی کے علاوہ آپ کے علمی آثار کا ترجمہ عربی اور فارسی زبانوں میں بھی ہے۔ مخدوم صاحب کی عربی کتب جامعہ ازہر (قاہرہ) میں اب بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ ۶۴؎

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی ان جملہ کتب کی تعداد تین سو (۳۰۰) سے بھی زائد ہے۔ ۶۵؎ ذیل میں ہم مخدوم صاحب کی چند کتب کے نام اور موضوع تحریر کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کے

سامنے مخدوم صاحب کی چند اہم تصانیف کا ایک ہلکا سا خاکہ آجائے۔

آپ کی سندھی تصانیف میں زاد الفقیر (مسائل روزہ کے متعلق) قوت العاشقین (حضور ﷺ کے معجزات کے حوالے سے) راحۃ المؤمنین (فقہ اسلامی کے اہم مسئلے ذبیح اور شکار کے متعلق) سایہ نامہ (نماز ظہر اور مسائل زوال کے بارے میں) بناء الاسلام (عقائد و ایمانیات کے موضوع پر) تحفۃ التائبین (توبہ اور اسکے ثمرات کے بحث میں) فرائض الاسلام (اعتقادہ و عملی فرائض کی تشریح میں) مقدمۃ الصلوٰۃ (طہارت و نماز کے مسائل کے حوالے سے) تفسیر ہاشمی (پارہ عمہ کا ترجمہ و تفسیر) قابل ذکر ہیں۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے عربی زبان میں بھی بے نظیر عالمانہ اور محققانہ تصانیف یادگار چھوڑیں جن میں سے حدیث اور اصول حدیث کے موضوع پر" حیات القاری باطراف البخاری"، قرآن مجید کی ہر سورۃ کے فضائل کے متعلق: "جنگ النعیم فی فضائل القرآن الکریم"،" فضائل رمضان کے ضمن میں"مظہر الانوار"، اپنے استاد اور ہمعصر مخدوم معین ٹھٹھوی کی نوحہ اور ماتم کے جواز میں لکھی گئی تصنیف کے رد میں: "**کشف الخطا یحل و یحرم من النوح والبکاء**"، تشہد نماز میں انگشت شہادت اٹھانے کی کیفیت اور اسکے جواز پر تحقیق: "**نور العین فی اثبات الاشارۃ فی التشھدین**"، امام ابن تیمیہ کی حمایت و تائید میں: **الحجۃ القویہ فی الرد علیٰ من قدحا فی الحافظ ابن تیمیہ**"، سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر: "**بذل القوۃ فی الحوادث سنی النبوۃ**"، مسئلہ طلاق پر: "**شد الطلاق فیھا یلحق من الطلاق**"، فقہی مسائل پر تحقیق کا نچوڑ: "بیاض ہاشمی"، حجاز سے حاصل ہونے والی اسناد کا مجموعہ: "**اتحاف الاکابر بمرویات الشیخ عبدالقادر**" نہایت ہی اہم ہیں۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی تصانیف میں فارسی کتب کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے، جن سے آپکے ذہن، علم و فن اور فارسی محاورے کے خوب استعمال کا پتہ چلتا ہے آپ کی فارسی تصانیف میں چند مشہور یہ ہیں۔" **ذریعۃ الوصول الیٰ جناب الرسول**" (درود صلوٰۃ کے متعلق)"زاد

السفینة لسالکی المدینہ" (حرمین کی فضیلت کے موضوع پر)"تحفة الاخوان فی منع شرب الدخان" (تمباکونوشی کے حوالے سے شرعی مسائل کے متعلق)"مدح نامۂ سندھ" (سندھ کی تاریخ وتعریف میں)"حدیقة الصفا فی اسماء المصطفیٰ" (حضور ﷺ کے اسماء گرامی کے بارے میں) "النفات الباھرہ" (لفظ پنجتن کے استعمال کے جواز میں)"تحفة المسلمین فی تقدیر مھور امھات المومنین"(امھات المومنین کے مہر کے موضوع پر)جیسی تصانیف اہل علم کے لئے باعث افتخار ہیں۔

مخدوم صاحب کی تمام تصانیف کا معیار بے حد بلند اور اعلیٰ پایہ کا ہے۔آپ بیک وقت ایک عالم وفاضل محدث ومفسر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین قادرالکلام شاعر بھی تھے عربی فارسی اور سندھی تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے، انکی شاعری اصلاحی اور حمد ونعت اور صوفیانہ نکتوں پر مشتمل ہے،

آپ بحیثیت نقاد بھی اعلیٰ درجہ رکھتے تھے تنقید نگاری میں آپ نے اپنے استاد مخدوم محمد معین، مخدوم محمد حیات مدنی اور مخدوم ابوالحسن صاحبِ مقدمة الصلوٰۃ کو خوب نشانہ بنایا اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ ان بزرگوں سے تحریری مناظرے کیئے۔

الغرض مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے حدیث وسیرت، فقہ واصول فقہ، تفسیر اصول تفسیر، رجال، تاریخ، نعت، تصوف، شعروادب، صرف ونحو معقول ومنقول، غرض کہ ہر موضوع پر قلم آزمائی کر کے عربی وفارسی اور سندھی زبانوں کے گلشن کو سرسبز وشاداب رکھا اور عوام وخواص کی اصلاح کے لئے بیحد نادر ونایاب تصانیف یادگار چھوڑیں۔

ہمعصر

علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا زمانہ سندھ میں علم وادب کی آبیاری کا دور تھا، سندھ کے چپے چپے پر مدارس ومکاتب آباد تھے۔ ہر بستی علماء وفضلا شعرا وحکما سے آراستہ تھی اس سلسلے میں ٹھٹہ علمی لحاظ سے بغداد، قرطبہ اور قاہرہ کے ہم پلہ اور باکمال شخصیات کا مرکز تھا۔ آئندہ سطور میں ان

مشاہیر سندھ کا مختصر تذکرہ کیا جارہا ہے۔ جن کا مخدوم صاحب سے براہ راست کچھ تعلق تھا۔

آخوند ابوالحسن ٹھٹوی

ایک زبردست عالم اور ماہر لسانیات اور فقہ کی شاندار کتاب "مقدمہ الصلوٰۃ" کے مصنف آپ کے حالات گوشہ گمنامی میں ہیں۔ ۱۷۱۵ء کو سفر حج کے دوران مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے انکے مدرسے کا انتظام سنبھالا۔ ۶۶

ابوالحسن کبیر

ابوالحسن کبیر محمد بن عبدالہادی تتوی جملہ علوم فنون کی تحصیل ٹھٹھ سے کرنے کے بعد حرمین شریفین جا کر سکونت اختیار کی۔ ۶۷ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول و معقول میں دسترس حاصل تھی۔ صحاح ستہ پر اسقدر حواشی تحریر کیں کہ حافظ سیوطی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ ۶۸

مخدوم معین ٹھٹوی

جمیع فنون کے جامع، منقول و معقول پر حاوی تحریر عصر و علامہ دہر تھے، کئی بزرگان دین کی صحبت سے مستفید ہوئے، شاہ عبداللطیف بھٹائی کے دوست تھے، فارسی میں تسلیم اور ہندی میں بیراگی تخلص تھا، ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۷ء کو رحلت کی۔ ۶۹

علامہ مخدوم محمد حیات سندھی مدنی

ایک محدث جلیل اور عالم ربانی جن کا تعلق قبیلہ چاچڑ سے تھا، نوجوانی میں ہی حجاز تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کرلی اور عمر بھر وہیں درس حدیث دیتے رہے۔ ۷۰ آپ کے درس میں شام، بحر ہند اور مراکش کے سینکڑوں علماء شریک ہوتے تھے، ۱۱۶۳ھ میں وہیں انتقال فرمایا۔ ۷۱

شاہ عبداللطیف بھٹائی

آپ کا سلسلہ نسب امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے انہوں نے اپنے والد شاہ حبیب سے تلقین حاصل کی اور سلسلہ اویسیہ میں روحانی طریقہ سے حضور ﷺ سے فیض حاصل کیا تھا۔ ۷۲ انکی

شاعری کا مجموعہ ''شاہ جو رسالو'' قدیم اور سلیس سندھی کے خزانے سے لبریز ہے۔ آپ نے ۱۱۸۵ھ کو رحلت فرمائی۔ ۷۳

مخدوم عبدالرحمٰن کھہڑائی

عباسی خاندان کے فرد اور سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے انہوں نے شریعت کے نفاذ کے لئے بیحد کوششیں کی، ۱۱۴۵ھ کو حاکم وقت میاں نور محمد کلہوڑو نے آپ کو شہید کروادیا۔ ۷۴

مخدوم عبدالرؤف بھٹی

سہروردی طریقے کے بزرگ اور سندھی زبان کے عظیم نعت گو شاعر تھے، سال رحلت ۱۱۶۶ھ ہے۔ ۷۵

مخدوم محمد زمان لنواری شریف والے

ایک کامل ولی اور بہترین شاعر تھے، ۱۸۴ (ایک سو چوراسی) اشعار پر مشتمل آپ کا کلام روحانیت سے پر ہے۔ ۷۶ خواجہ محمد زمان کو شاہ عبداللطیف سے بھی بیحد عقیدت تھی اور شاہ صاحب کو بھی ۷۷ آپ کا انتقال ۱۱۸۸ھ کو ہوا۔

مخدوم محمد قاسم سندھی

عالم اکمل، فاضل افضل، علوم ومنقول کے عالم، مخدوم محمد مخدوم محمد ہاشم کے مصاحب میں سے تھے، تیزی ذہن میں اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھے، آپ نے مع اہل وعیال کے حجاز میں قیام فرمایا اور وہیں ۱۱۴۴ھ کو وفات پائی ۷۸

مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی

آپ کی ولادت ۱۱۵۴ھ کو ضلع سانگھڑ کی بستی واڑ میں ہوئی ۷۹ اور فقہ وحدیث کی تعلیم درسگاہ چوٹیاری سے حاصل کی بعد میں مخدوم محمد زمان کے حلقۂ سلوک میں شامل ہوئے۔ ۸۰

۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء کو ایک مندر کے پجاریوں سے دوبدو مقابلے میں شہید ہوئے۔ ۸۱

میر علی شیر قانع ٹھٹوی

سندھ کے بے مثال مورخ وادیب لشکر الاہی سادات کے چشم و چراغ تھے۔ ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۲۷ء کو تولد ہوئے علامہ مخدوم معین ٹھٹوی کے شاگرد تھے۔ ۸۲؎ ''تحفۃ الکرام''، ''معیار سالکان طریقت''، ''شان بہار''، ''مقالات الشعراء'' جیسی شاہکار تصانیف کے اس خالق نے ۱۲۰۳ھ/ ۱۷۸۸ء کو اس جہان فانی سے کوچ فرمایا۔ ۸۳؎

مخدوم روح اللہ بکھری

اپنے زمانے میں صلاحیت وتقویٰ میں مشہور و معروف تھے، مخدوم صاحب کا انتقال ۱۲ ویں صدی ہجری کے آخر میں ہوا۔ ۸۴؎

مخدوم ابوالحسن ڈاہری

اس باکمال عالم و شاعر و مصنف نے جوناگڑھ سے تعلیم حاصل کی۔ ''سراج المصلی''، ''کچکول نامہ''، ''رفع الفریۃ'' اور ''ینابیع الحیوۃ الابدیہ'' انکی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ کی وفات ۱۱۸۱ھ میں ہوئی۔ ۸۵؎

مخدوم اسماعیل ہریالوی

صاحب رشد وہدایت بزرگ اور بہترین خوشنویس تھے۔ ۸۶؎

غلام علی مداح

ٹھٹہ کے ایک برجستہ شاعر تھے میاں سرفراز کلہوڑہ کے شاعری میں استاذ تھے۔

سید محمد بقا شاہ

راشدی خاندان کے مورث اعلیٰ ۱۱۹۸ھ میں کچھ لٹیروں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ۸۷؎

میاں محمد مبین چوٹیاروی

ایک کامل بزرگ جنہوں نے ٹھٹہ سے حصول علوم کے بعد چوٹیاری میں اپنی مشہور

درسگاہ قائم کی اور وہاں ۵۰، ۵۵ سال تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، مخدوم محمد ہاشم کے ساتھ صلاح ومشورہ کرتے تھے۔ ۸۸

مخدوم محمد ہاشم کے دیگر اہم ہمعصروں میں مخدوم عبداللہ واعظ، مخدوم محمد بیلائی، اور محمد رفیع ٹھٹوی مشہور ہیں خدشہ طوالت کے پیش نظر ان کے تعارف کو موقوف کیا جاتا ہے۔

حواشی

۱۔ قانع، میر علی شیر، مکلی نامہ، سندھی ترجمہ وتصحیح، پیر حسام الدین راشدی، سندھی ادبی بورڈ جامشورو، ۱۹۹۴ء، ص ۲۰

۲۔ ایضاً ص۔ ۲۰

۳۔ اس کی تفصیل کے لئے دیکھا جائے: ندوی ابوظفر، تاریخ سندھ، تخلیقات لاہور، ۱۹۹۷ء

۴۔ سلاطین سمہ نے سندھ پر ۷۵۲ھ تا ۹۲۷ھ یعنی ایک سو پچھتر برس فرمانروائی کی، ان میں مجموعی طور پر اٹھارہ حکمران ہوئے۔ از ندوی، سید سلیمان، عرب وہند کے تعلقات، اردو اکیڈمی، سندھ، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۳۲۰

۵۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، انگریزی، جلد دہم، لائیڈن، ۲۰۰۰ء، ص ۴۴۳

۶۔ ایضاً ص، ۴۴۳۔ ۴۴۴

۷۔ شیدائی، رحیم داد خان مولائی، جنت السند، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو، اشاعت دوم، ۱۹۸۵ء، ص ۴۸۲

۸۔ تحقیقی جرنل، کلاچی، شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر، جامعہ کراچی، مارچ ۲۰۰۵ء، ص ۲۵

۹۔ ایضاً ص ۲۵

۱۰۔ کلہوڑہ سرداروں نے اپنا دارالحکومت اول خدا آباد اور بعد میں حیدرآباد بنایا، خدا آباد دادو سے سات کوس کے فاصلے پر واقع تھا، اس شہر کو میاں یار محمد کلہوڑو نے تعمیر کروایا دیکھیے، قدیم سندھ، از مرزا قلیچ بیگ، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو، ۱۹۹۰ء، ص ۴۲

۱۱۔ نادرشاہ نے سندھ پر ۱۷۳۷ء میں حملہ کیا ان کے بعد احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۴۸ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۷۵۳ء میں یہاں پر حملہ کیا، از سندھ کی پہچان، ڈاکٹر مبارک علی، نگارشات لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۱۰۵

۱۲۔ الانا، غلام علی، لاڑ کی ادبی اور ثقافتی تاریخ، انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی، جامشورو، ۱۹۷۷ء، ص ۵۹۔ ۶۰

۱۳۔ تمیمی رسول بخش، ٹھٹہ صدیوں سے، روشنی پبلی کیشنز، کنڈیارو، ۲۰۰۲ء، ص ۱۰۸۔ ۱۰۹

۱۴۔علی، مبارک، سندھ کی پہچان، ص ۷۱،۷۸
۱۵۔ننگر ٹھٹہ جس نے جیسا دیکھا مختلف مقالہ جات کا مجموعہ، قادر بخش بھٹو ٹرسٹ، ٹھٹہ ۲۰۰۰ء، ص ۱۳۵
۱۶۔قانع، میر علی شیر تحفۃ الکرام، سندھی ترجمہ، مخدوم امیر احمد، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو، ۱۹۸۰ء، مقدمہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، ص ۲۵
۱۷۔دانی، احمد حسن، ٹھٹہ کی قدیم اسلامی یادگاریں، ترجمہ، جھنجھرو، عطا محمد، سندھی ادبی بورڈ جامشورو، ۲۰۰۴ء، ص ۴
۱۸۔قانع، میر علی شیر، مکلی نامہ، ص ۹
۱۹۔ٹھٹھوی، شیخ محمد اعظم بن محمد شفیع تحفۃ الطاہرین، ترجمہ، عبدالرسول قادری، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو، ۱۹۹۰ء، ص ۱۶۰
۲۰۔ایضاً ص ۹
۲۱۔شیدائی، رحیم داد خان مولائی، تاریخ تمدن سندھ، جامعہ سندھ، جامشورو، ۱۹۸۹ء، ص ۵۱۹
۲۲۔الوحید سندھ آزاد نمبر، سندھی ادیبوں کی سہکاری سنگت، حیدرآباد، اشاعت دوم، ستمبر ۱۹۷۹ء، ص ۳۳
۲۳۔وفائی، مولانا دین محمد، تذکرہ مشاہیر سندھ جلد دوم، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو، ۱۹۸۵ء، ص ۲۵۴
۲۴۔ٹھٹوی، مخدوم محمد ہاشم تفسیر ہاشمی، مقدمہ عبدالمجید میمن، مہران اکیڈمی۔کراچی، ۱۹۹۱ء، ص ۱۲
۲۵۔قادری، عبدالرسول، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، سوانح حیات وعلمی خدمات، دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص ۶۱
۲۶۔الوحید سندھ آزاد نمبر، ص ۳۲
۲۷۔تحقیقی جرنل، سندھی ادب، انسٹیٹیوٹ آف سندھ الاجی، جامشورو، ۱۹۸۳ء، ص ۹۰
۲۸۔جونیجو، عبدالجبار، سندھیوں انسٹیٹیوٹ آف سندھ الاجی، جامشورو، ۱۹۷۰ء، ص ۴۹
۲۹۔وفائی، مولانا دین محمد، تذکرہ مشاہیر سندھ جلد اول، ص ۱۵۹۔۱۶۰
۳۰۔قانع، میر علی شیر، تحفۃ الکرام، ص ۵۵۸، اعجاز الحق قدوسی نے مخدوم محمد ہاشم کو مخدوم عنایت اللہ کا شاگرد شمار کیا ہے دیکھئے: قدوسی، اعجاز الحق تذکرہ صوفیائے سندھ، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۵۹ء، ص ۲۴۰
۳۱۔قادری، عبدالرسول، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، سوانح حیات اور علمی خدمات، ص ۶۷
۳۲۔ایضاً ص ۶۷
۳۳۔محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۵۴۳
۳۴۔قریشی، اشتیاق حسین، برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ، شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ کراچی، ۱۹۹۹ء،

ص ۲۲۸

۳۵۔ قادری، عبدالرسول، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، سوانح حیات اور علمی خدمات، ص ۶۷

۳۶۔ ایضاً ص ۶۸

۳۷۔ ٹھٹھہ کے ایک بہت بڑے نقشبندی بزرگ جو حضرت نقشبندی کہلائے جاتے تھے شاہ سیف الدین ولد خواجہ محمد معصوم سے فیض حاصل کیا اور سندھ میں آکر سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا، آپکے مشہور ارادتمندوں میں مخدوم محمد معین اور مخدوم محمد زمان، مخدوم ضیاء الدین مشہور ہیں، ۱۱۳۸ھ کو رحلت کی اور مکلی میں مدفون ہوئے۔

۳۸۔ خلیل، مخدوم محمد ابراہیم، تکملہ مقالات الشعراء، سندھی ادبی بورڈ، کراچی، طبع اول، ۱۹۵۸ء، ص ۴۵

۳۹۔ ایضاً ص ۴۵

۴۰۔ وفائی، مولانا دین محمد، تذکرہ مشاہیر سندھ، جلد دوم، ص ۲۵۵

سید سعد اللہ جن کا سلسلہ طریقت سید عبدالقادر گیلانی سے آٹھ واسطوں سے جا کر ملتا ہے اپنے وقت کے جید عالم اور مفسر قرآن وشارح توریت وانجیل وزبور تھے۔

۴۱۔ الوحید، سندھ آزاد نمبر، ص ۳۲

۴۲۔ تالپور، ڈاکٹر محمد جمن، سندھ کی اسلامی درسگاہیں، محکمۂ ثقافت حکومت سندھ، کراچی ۔۱۹۸۲ء، ص ۲۳۸

۴۳۔ قادری، عبدالرسول، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، سوانح حیات وعلمی خدمات، ص ۷۹

۴۴۔ قانع، میر علی شیر، تحفۃ الکرام، ص ۵۶۶

۴۵۔ ایضاً ص ۴۴۳

۴۶۔ ایضاً ص ۵۷۸

۴۷۔ تفسیر ہاشمی کا مقدمہ، از میمن عبدالمجید، ص ۱۳

۴۸۔ قادری، عبدالرسول، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، سوانح حیات وعلمی خدمات، ص ۸۲

۴۹۔ الوحید سندھ آزاد نمبر، ص ۳۶

۵۰۔ قادری، عبدالرسول، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، سوانح حیات وعلمی خدمات، ص ۸۲

۵۱۔ الانا، ڈاکٹر غلام علی، سندھی زبان کا لسانی جغرافیہ، انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی، جامشورو، ص ۳۸ ۔ ۳۷

۵۲۔ میمن، خان بہادر محمد صدیق، سندھ کی ادبی تاریخ، انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی، جامشورو، ۲۰۰۰ء، ص ۶۰

۵۳۔ ٹکھڑائی، اسد اللہ اسد، تذکرۂ شعراء ٹکھڑ، سندھی ادبی بورڈ، کراچی، ۱۹۵۹ء، ص ۱۸

۵۴۔ رحمان علی، مولوی تذکرۃ علمائے ہند (فارسی) نولکشور لکھنو، ۱۹۱۴ء، ص ۲۵۴، نیز اسی کتاب کا اردو ترجمہ از

قادری محمد ایوب، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۲۰۰۳ء، ص ۴۶۳

۵۵۔ قادری، عبدالرسول، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، سوانح حیات و علمی خدمات، ص ۹۲

۵۶۔ ظہیر، ڈاکٹر نگار سجاد، میاں غلام شاہ کلہوڑو اور شاہ عبداللطیف مقالہ در کتاب میاں غلام شاہ کلہوڑو سندھ کا شاہجہان، مرتب اسلم عباسی، عباسی کلہوڑا اتحاد، حیدرآباد ۲۰۰۲ء، ص ۱۷۲

۵۷۔ میمن، خان بہادر محمد صدیق، سندھ کی ادبی تاریخ ص ۵۱

۵۸۔ ہاشمی، الحاج شفیع محمد، تاریخ و تذکرہ بزرگان سندھ، عبدالرحمٰن شہید اکیڈمی، درگاہ کھہڑا شریف، ضلع خیرپور، ۱۹۹۷ء ص ۱۱۷

۵۹۔ قادری، عبدالرسول، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، سوانح حیات و علمی خدمات، ص ۱۶۱

۶۰۔ تفسیر ہاشمی کا مقدمہ، از میمن عبدالمجید سندھی، ص ۱۳

۶۱۔ قانع، میر علی شیر، تحفۃ الکرام، ص ۵۶۶

۶۲۔ خلیل، مخدوم محمد ابراہیم، تکملہ مقالات الشعراء (فارسی) ص ۴۷

۶۳۔ بٹ، الھر کھیو، سندھ میں کتب خانوں کی مختصر تاریخ، سندھ پبلشرز، حیدرآباد، ۱۹۸۰ء، ص ۲۹

۶۴۔ جونیجو، عبدالجبار، سندھیوں ص ۶۱

۶۵۔ قادری، عبدالرسول، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، سوانح حیات و علمی خدمات، ص ۲۲۱

۶۶۔ ہاشمی، شفیع محمد، تاریخ و تذکرہ بزرگان سندھ، ص ۱۱۳

۶۷۔ تالپور، ڈاکٹر محمد جمن، سندھ کی اسلامی درسگاہیں، ص ۲۱۶

۶۸۔ ایضاً، ص ۲۱۷

۶۹۔ رحمان علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند (فارسی) ص ۲۱۶

۷۰۔ ایضاً، ص ۱۸۷

۷۱۔ الوحید سندھ آزاد نمبر، ص ۳۵

۷۲۔ سانگی، میر عبدالحسینی، لطائف لطیفی، ترجمہ قادری، عبدالرسول، بھٹ شاہ ثقافتی مرکز، حیدرآباد، ۱۹۸۶ء، ص ۱۸

۷۳۔ ایضاً، ص ۱۳۹

۷۴۔ وفائی، دین محمد، تذکرہ مشاہیر سندھ، جلد سوم، ص ۱۶۲

۷۵۔ قانع، میر علی شیر، تحفۃ الکرام، ص ۳۷۹

۷۶۔ جونیجو عبدالجبار، سندھی ادب کی مختصر تاریخ، حیدرآباد، ۱۹۷۳ء، ص ۸۹

۷۷۔ قدوسی، اعجاز الحق، تذکرہ صوفیاء سندھ، ص ۲۶۰

۷۸۔ رحمان علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند، اردو ترجمہ محمد ایوب قادری، ص ۴۰۷

۷۹۔ سندھی، میمن عبدالمجید، سندھی ادب کی مختصر تاریخ، ترجمہ حافظ خیر محمد اوحدی، انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی، جامشورو، ۱۹۸۳ء، ص ۱۲۳

۸۰۔ جونیجو عبدالجبار، سندھیوں، ص ۸۹

۸۱۔ ایضاً، ص ۹۱۔۹۲

۸۲۔ الوحید سندھ آزاد نمبر، ص ۳۸

۸۳۔ پیر حسام الدین شاہ راشدی، سوانح حیات قانع در تحفۃ الکرام، ص ۶۸

۸۴۔ وفائی، مولانا دین محمد، تذکرہ مشاہیر سندھ، جلد اول، ص ۸۸

۸۵۔ تالپور، ڈاکٹر محمد جمن، سندھ کی اسلامی درسگاہیں، ص ۲۳۹

۸۶۔ قادری، عبدالرسول، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، سوانح حیات و علمی خدمات، ص ۱۹۸

۸۷۔ ایضاً، ص ۲۰۴

۸۸۔ ایضاً ص ۲۰۳، ۲۰۴